Journal of Islamic Civilization and Culture (JICC)

JOURNAL OF ISLAMIC CIVILIZATION AND CULTURE(JICC)

Volume 4, Issue 1 (January-June, 2021)
ISSN (Print):2707-689X
ISSN (Online) 2707-6903
Issue: http://www.ahbabtrust.org/ojs/index.php/jicc/issue/view/10
URL: http://www.ahbabtrust.org/ojs/index.php/jicc/issue/view/10
Article DOI: https://doi.org/10.46896/jicc.v4i01.134

Title The concept of concession of political administration in constitution of Pakistan, An analytical study in the light of Islamic teaching

Author (s): Dr. Fayyaz Ahmad Farooq, Dr. Razia Shabana and Afifa Rashid

Received on: 29 June, 2020
Accepted on: 29 May, 2021
Published on: 25 June, 2021

Citation: Dr. Fayyaz Ahmad Farooq, Dr. Razia Shabana and Afifa Rashid, "Construction: The concept of concession of political administration in constitution of Pakistan, An analytical study in the light of Islamic teaching," JICC: 4 No, 1 (2021): 19-36

Publisher: Al-Ahbab Turst Islamabad

Islamic Research Index HEC Approved Research and Indexing Agency
INTERNATIONAL Scientific Indexing
المنهل ALMANHAL
ASIAN Research Index
Crossref
Click here for more

پاکستانی دستور میں سیاسی انتظامیہ کا تصور رعایت اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تحقیقی جائزہ

The concept of concession of political administration in constitution of Pakistan, An analytical study in the light of Islamic teaching

*ڈاکٹر فیاض احمد فاروق

**ڈاکٹر رضیہ شبانہ

***عفیفہ رشید

Abstract:

The group of people who run the state affairs is called the administration. In Pakistan here are two types of administration, one is called political administration and the other is called non-political (civil service) administration. - Rules and regulations are formulated so that they can run the country management in a systematic manner. The rules which are made for political administration in Pakistan include rules regarding their rights, duties, powers and protections. The rules that exist in Pakistan for the protection of political administration include privileges, exceptions, protocols, concessions, and rules governing arbitration and discrimination.

In this research article, the concept of immunity in administration is selected and it is sought to see what are the rules of concession regarding the administration of Pakistan and how the administration uses these rules. The concept of concession is related to the teachings not only in religious matters but also in concession for rulers regarding state administration. And legal matters include a discount to the administration rules difficulty in meeting the state, its explanation equality and legal requirements which the misuse of these laws countless. This article examines the exemplary rules of Pakistan's political administration in the light of Islamic teachings, as it has been observed that the administration uses the laws recklessly, including obtaining allowances despite rights, non-participation in parliamentary meetings, Spousal privileges, freedom of expression in parliament and the exclusion of judicial accountability, etc. It is important to ensure the optimal use of these laws and the unnecessary exemptions must be changed by legislation.

Keywords: Concept of relief ,Relief and sharia, laws of relief in Pakistan, laws of relief and Islamic way of implementation

---

*اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، انسٹی ٹیوٹ آف سدرن پنجاب ملتان

**ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان

***لیکچرر، شعبہ اسلامیات وومن یونیورسٹی مردان

تعارف

اسلامی جمہوریہ پاکستان واحد اسلامی ملک ہے جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا جس کا بنیادی مقصد ایک ایسی اسلامی مملکت کا قیام تھا جس میں اسلامی اصولوں کے مطابق آزادانہ زندگی گزاری جا سکے۔ ریاستی نظام کو چلانے کے لیے بنیادی طور پر آئین اور قانون کی ضرورت پیش آتی ہے اس لیے یہ بات بھی پیش نظر تھی کہ اس خطہ ارضی میں دستور کی تشکیل بھی اسلامی اصولوں کے مطابق کی جائے تاکہ نہ صرف ریاستی نظام کو اسلامی قوانین کی روشنی میں چلا جائے بلکہ اس اسلامی مملکت کے اساسی تصورات کا تحفظ بھی کیا جائے۔ چناچہ وضع قانون کی تشکیل میں یہ صراحت بھی شامل تھی کہ اسلامی اصولوں کے منافی کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۹۷۳ کے آئین پاکستان کو نہ صرف اسلامی اصولوں کی روشنی میں تشکیل دیا گیا بلکہ ریاستی نظام کی تشکیل اور اس کا انتظام وانصرام بھی اسی آئین کی روشنی میں چلایا گیا۔

ریاستی نظم ونسق کو کوئی اکیلا شخص نہیں چلا سکتا اس لیے ایک سے زائد افراد اور ایک ایسے ادارے کی ضرورت پیش آتی ہے جو باہم مل کر منظم طریقے سے اس ریاستی نظام کو چلا سکیں۔ لہذا جو چند افراد مل کر اس ریاستی نظام کو چلاتے ہیں ان افراد کے مجموعے کو حکومتی اور قانونی زبان میں انتظامیہ کا نام دیا جاتا ہے جن میں ایک سربراہ ریاست ہوتا ہے اور باقی افراد اس کے معاونین ہوتے ہیں۔ گویا یہ کہا جا سکتا ہے کہ انتظامیہ کے بغیر ریاستی نظم ونسق اور اس کے نظام کو بہتر انداز میں نہیں چلایا جا سکتا۔ پاکستان میں اس وقت دو قسم کی انتظامیہ کا تصور ملتا ہے ایک کو سیاسی انتظامیہ جب کہ دوسری کو غیر سیاسی انتظامیہ کہتے ہیں۔ جہاں تک سیاسی انتظامیہ کا تعلق ہے تو اس سے مراد منتخب عوامی نمائندوں کو پارلیمنٹ کے ذریعے ملکی نظم ونسق کو کنٹرول کرنے کے لیے ذمہ داریاں تفویض کی جاتی ہیں ان میں صدر پاکستان، وزیر اعظم، گورنرز اور وزراء اعلیٰ شامل ہوتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ کچھ دیگر وزارتوں کا تصور بھی ملتا ہے۔ دوسری قسم غیر سیاسی انتظامیہ یعنی سول سروس کی ہے جو باقاعدہ مقابلہ جاتی امتحان کے ذریعے وجود میں آتی ہے۔ غیر سیاسی انتظامیہ نفاذ قانون، حکومتی پالیسیوں پر عمل داری اور ملکی نظام کو بہتر انداز میں چلانے کے لیے اپنا کردار ادا کرتی ہے۔

پاکستان میں سیاسی انتظامیہ کے تحفظ کے لیے دستور پاکستان میں صراحت موجود ہے، خواہ ان کے استحقاق ہوں، استثناء ہوں مراعات و پروٹوکولز ہوں، ان کے صوابدیدی واختیارات تمیزی ہوں یا ان کے لیے رعایتی قوانین ہوں یہ سب دستور پاکستان میں درج ہیں۔ جہاں تک انتظامیہ کے لیے رعایتی قوانین کا تصور ہے تو یہ حکومت اور حکومتی نظام میں، عہدوں کے حصول، پارلیمنٹ اور اس کی کارروائیوں میں رعایت اور قانونی

معاملات میں انتظامیہ کے لیے رعایت شامل ہے۔ بنیادی طور پر حکمرانوں کے لیے شریعت اسلامیہ میں بھی رعایت کا تصور موجود ہے اس لیے جدید ریاستوں میں بھی یہ حکمرانوں کا استحقاق تسلیم کیا جاتا ہے۔ پاکستان کے ریاستی نظام اور طرز حکومت میں ان رعایتی قوانین کا بے جا استعمال سامنے آتا ہے جہاں ریاست نظام میں، نفاذ قانون میں اور قانونی مساوات کے تقاضوں کو پورا کرنے میں مشکل پیش آتی ہے۔ حکمران ان رعایتی قوانین کے پس پردہ آزادی رائے کا بے جا استعمال کرتے ہیں اور کبھی سول اور فوجداری معاملات میں بھی ان قوانین کے پس پردہ تحفظ حاصل کر لیتے ہیں۔ لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ پاکستان میں انتظامیہ کے ان رعایتی قوانین کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جائزہ لیا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ یہ قوانین کس حد تک درست ہیں اور انتظامیہ کو ان کی کتنی رعایت دی جا سکتی ہے اور کہاں پر ان قوانین کی موجودگی میں بھی ان پر گرفت ضروری ہوتی ہے۔ لہذا اس تحقیق مقالہ میں پاکستان کے موجود حالات، حکمرانوں کے طرز عمل ا، قوانین اور اس کے استعمالات کے حوالے سے بحث کرتے ہوئے انتظامیہ کے قانون رعایت کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تحقیقی جائزہ بھی پیش کیا جائے گا۔

ا۔ رعایت کا مفہوم

رعایت کے لیے اسلامی فقہ میں رخصت کا لفظ بولا جاتا ہے، رخصت لغت میں سہولت اور آسانی کو کہتے ہیں۔ مختصر اردو لغت میں رخصت کے پانچ معنی بیان ہوئے ہیں ا۔ چھٹی اور مہلت ۲۔ اجازت ۳۔ روانہ ہونا ۴۔ برطرفی اور وداع ۵۔ خدا کی طرف سے بندے کو کسی کام میں تخفیف کی اجازت (1)

امام غزالی اپنی کتاب " المستصفی من علم الاصول " میں رخصت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

" رخصت وہ حکم ہے کہ جس میں مکلف کو کسی عذر اور مجبوری کی وجہ سے وسعت دی گئی ہو، جبکہ محرم سبب بھی موجود ہو "(2)

مختصر اردو لغت میں رعایت کا لفظ تین معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ ا۔ لحاظ، خیال اور مناسب ۲۔ مہربانی، توجہ اور طرف داری ۳۔ کمی اور تخفیف (3)

علامہ آمدی "الاحکام فی اصول الاحکام" میں رعایت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"رعایت سے مراد وہ حکم ہے جو مشروع ہو کسی عذر کی وجہ سے جبکہ محرم بھی ہوا گر عذر نہ ہوتا تو حرمت ثابت ہو جاتی "۔ (4)

اس سے مراد ان احکامات میں رعایت دینا جنھیں شارع نے مکلفین کے عذر کے پیش نظر مشروع کیا

ہو کہ اگر اس میں عذر ختم ہو جائے تو حکم اصلی باقی رہتا۔ گویا یہ مکمل طور پر اصل سے ایک مستثنیٰ حکم ہے اور استثناء کی وجہ مجبوریوں اور عذروں کے ملحوظ رکھنا ہے تا کہ مکلف سے حرج دور کیا جاسکے اور ان کے لیے آسانیاں پیدا کی جاسکیں۔

اللہ تعالی کی طرف سے بھی امت کے لیے آسانی کی تعلیم دی گئی ہے ارشاد ربانی ہے

يُرِيْدُاللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (5)

"اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں آسانی چاہتا ہے تکلیف نہیں چاہتا"۔

جب شرعی احکام میں تکلیف، نقصان اور مشقت وغیرہ ہو تو مکلفین (بندوں) کے لیے تخفیف اور آسانی مہیا کی جاتی ہے اور یہ تخفیف اور آسانی اللہ کی رحمت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ (6) "یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے حق میں تخفیف اور رحمت ہے"۔

یہ بھی اللہ کی رحمت ہے کہ رسول اللہ ﷺ احکام جاری کرنے اور دیگر تمام معاملات میں لوگوں کے ساتھ نرمی سے کام لیتے تھے۔ یہ سب اللہ کی خاص مہربانی ہے کہ وہ تم سے تکلیف کو دور کرکے آسانیاں پیدا کرنا چاہتا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ (7) "اللہ کو منظور ہے کہ وہ تمہارے ساتھ تخفیف کرے"۔

گویا رخصت کا بنیادی سبب یہی ہے کہ مکلف سے تکالیف کو کم کرکے ان کے لیے زیادہ سے زیادہ آسانیاں پیدا کی جائیں تاکہ وہ بہتر طریقے سے احکامات کی تکمیل کرے اور احسن طریقے سے زندگی گزار سکے۔

معلوم ہوا کہ رعایت اور رخصت میں تخفیف اور کمی کے معانی پائے جاتے ہیں جب مشروط طور پر مکلف کے لیے آسانیاں پیدا کی جاتی ہے۔ رخصت کے لفظ میں لغت کے اعتبار سے بنیادی طور پر سہولت اور آسانی کے معنی پائے جاتے ہیں۔ امام سرخسی اپنی کتاب "اصول سرخسی" میں رقم طراز ہیں:

"مااستبیح للعذر مع بقاء الدلیل المحرم" (8) "کسی چیز کو محرم دلیل کے باقی ہونے کے باوجود کسی عذر کی وجہ سے مباح قرار دینا"۔

اور امام غزالی "المستصفیٰ" میں لکھتے ہیں:

عبارة عما وسع للمکلف فی فعله لعذر وعجز عنه مع قیام السبب المحرم۔ (9)

"یہ بات عبارت ہے اس وسعت کے بارے میں جو مکلف کو کسی عذر کی وجہ سے دی گئی ہے اور باوجود سبب محرم کے اس سے اس حکم کو اٹھا دیا گیا ہے"۔

رخصت کا بنیادی مقصد احکام میں تخفیف اور سہولت بہم پہنچانا ہے تاکہ مکلف کے لیے آسانیاں پیدا کی جائیں۔ اس لیے امام سیوطی نے اپنی کتاب الاشباہ والنظائر میں رخصت و تخفیف کی سات صورتیں بیان کی ہیں

۱۔ کوئی حکم بالکل ہی ساقط اور معاف کر دیا جائے جیسے بیماری کی وجہ سے جماعت اور جمعہ کے وجوب کا ختم ہو جانا۔ اس کو "تخفیف اسقاط" کہا جاتا ہے۔

۲۔ واجب کی مقدار میں کمی کر دی جائے جیسے چار رکعت نماز سفر میں دو رکعت ہو جاتی ہے۔ اس کو "تخفیف تنقیص" کہتے ہیں۔

۳۔ تخفیف ابدال جیسے وضو اور غسل کی جگہ تیمم۔ مریض کے لئے نماز میں قیام کی جگہ بیٹھنے کی اجازت۔ یعنی ایک حکم کی جگہ دوسرا آسان حکم دے دیا جائے۔

۴۔ تخفیف تقدیم یعنی آسانی کے لیے کسی عمل کو مقررہ وقت سے پہلے جائز کر دیا جائے جیسے سال گذارنے سے پہلے زکوٰۃ ادا کرنے کی اجازت اور عرفات میں ظہر کے وقت میں نماز عصر کی ادائیگی۔

۵۔ تخفیف تاکیر یعنی کسی کام کو مقررہ وقت کے بعد بھی کرنے کی اجازت دے دی جائے جیسے مزدلفہ میں مغرب کی نماز کی عشاء کے وقت ادائیگی۔ مریض اور مسافر کے لیے رمضان کے بعد روزوں کی قضاء کرنے کی اجازت۔

٦۔ تخفیف تخصیص یعنی سبب ممانعت موجود ہو پھر بھی ازراہ سہولت ممانعت کا حکم نہ لگایا جائے جیسے نجاست کی تھوڑی مقدار سے درگذر اور اس کے باوجود نماز کا صحیح ہو جانا۔

۷۔ تخفیف تغیر یعنی اصل حکم کو باقی رکھتے ہوئے کیفیت میں تبدیلی پیدا کر دی جائے جیسے خوف کی حالت میں نماز پڑھی جائے گی لیکن کیفیت بدل جائے گی۔[10]

جہاں تک رخصت و سہولت کے اسباب کا تعلق ہے تو اس کو قطعی طور پر متعین کیا جانا دشوار ہے، البتہ عام طور پر سات اسباب ہیں جو رخصت کا باعث بنتے ہیں۔ سفر، بیماری، اکراہ، بھول، جہالت، ضرورت و اضطرار اور عموم بلویٰ وغیرہ۔[11]

فقہاء کے ہاں ان اسباب کے تحت پیدا ہونے والی رخصتوں کے سلسلہ میں بے شمار جزئیات موجود ہیں اور یہ سب دراصل شریعت کے اس بنیادی مزاج پر مبنی ہے کہ وہ انسان کے لیے ناقابل برداشت اور تکلیف

وہ حرج پر مبنی احکام نہیں دیتی۔

۴۔ شریعت اسلامی میں رعایت کا تصور

اگر ہم شریعت اسلامیہ کا جائزہ لیں تو ہمیں معاشرے کے مختلف طبقات کے لیے رعایت کا تصور ملتا ہے، تاکہ معاشرے سے طبقاتی کشمکش کو کم کر کے کمزوروں اور اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ کیا جائے اس کے لیے ہمیں ذمیوں کے لیے جزیہ وخراج کی تحصیل میں رعایات دی گئی ہے تاکہ وہ بھی معاشرے میں عزت مند شہری کی طرح زندگی گزار سکیں۔

جزیہ کی تحصیل میں ان پر ہر قسم کی سختی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ حضرت عمر فاروق نے شام کے گورنر حضرت ابو عبیدہؓ کو جو فرمان لکھا تھا اس میں منجملہ اور احکام کے ایک یہ بھی تھا کہ:۔

وامنع المسلمين من ظلمهمه والاضرارہہمواكل اموالم الاجلہا (12)

"مسلمانوں کو ان پر ظلم کرنے، اور انہیں ستانے اور ناجائز طریقہ سے ان کے مال کھانے سے منع کرو"۔

جو ذمی محتاج اور فقیر ہو جائیں انہیں صرف جزیہ سے معاف ہی نہیں کیا جائے گا بلکہ ان کے لیے اسلامی خزانے سے وظائف بھی مقرر کیے جائیں گے۔ حضرت خالدؓ نے اہل حیرہ کو جو امان نامہ لکھ کر دیا تھا اس میں وہ لکھتے ہیں:۔

وجعلت لہم ايما شيخ ضعف عن العمل او اصا بته افته من الافات اوكان غنيا فافتقر و صار اهل دينه يتصدقون عليه طرحت جزيته وعيل من بيت مال السلمين هو وعيا له۔ (13)

"میں نے ان کے لیے یہ حق بھی رکھا ہے کہ جو شخص بڑھاپے کے سبب از کار رفتہ ہو جائے یا اس پر کوئی آفت نازل ہو جائے، یا وہ پہلے مال دار تھا پھر فقیر ہو گیا یہاں تک کہ اس کے ہم مذہب لوگ اس کو صدقہ و خیرات دینے لگے، تو اس کا جزیہ معاف کر دیا جائے اور اسے اور اس کے بال بچوں کو مسلمانوں کے بیت المال سے مدد دی جائے"۔

ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ایک ضعیف العمر آدمی کو بھیک مانگتے اور اس سے اس ذلیل حرکت کا سبب دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ جزیہ ادا کرنے کے لیے بھیک مانگتا ہوں۔ اس پر آپ نے اس کا جزیہ معاف کر دیا اور اس کے لیے وظیفہ مقرر کیا اور اپنے افسر خزانہ کو لکھا:۔

"خدا کی قسم یہ ہرگز انصاف نہیں ہے کہ ہم اس کی جوانی میں اس سے فائدہ اٹھائیں اور بڑھاپے میں اس کو رسوا کریں"۔ (14)

دمشق کے سفر میں بھی حضرت عمرؓ نے اپنے معذور ذمیوں کے لیے امدادی وظائف مقرر کرنے کے احکام جاری کیے تھے۔[15] اگر کوئی ذمی مر جائے اور اس کے حساب میں جزیہ کا بقایا واجب الادا ہو تو وہ اس کے ترکہ سے وصول نہیں کیا جائے گا اور نہ اس کے وارثوں پر اس کا بارڈالا جائے گا، امام ابو یوسف لکھتے ہیں:۔

ان وجبت عليه الجزيته جمات قبل ان تو خذمنه او اخذبعضها وبقى البعض لمه يو خذ بذ الكه ورثته وىلمه تو خذ من تر كته۔[16]

"اگر کسی ذمی پر جزیہ واجب ہو اور وہ اس کو ادا کرنے سے پہلے مر گیا تو اس کے ورثار سے وہ وصول نہیں کیا جائے گا اور نہ اس کے ترکہ سے لیا جائے گا"۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت اسلامیہ میں تخفیف و رعایت کا تصور موجود ہے اور وقتی حالات کو سامنے رکھتے ہوئے اس کا استعمال کیا جاسکتا ہے۔

۵۔ دستور پاکستان میں حکمرانوں کی رعایت کا تصور

جہاں تک پاکستان میں حکمرانوں اور انتظامیہ کے لیے قوانین رعایت کا تصور ہے تو پاکستان میں موجودہ قانونی ضابطے تو آئین پاکستان ۱۹۷۳ء، قومی اسمبلی اور سینٹ کی کارروائی اور ضابطہ کار میں رعایت کا تصور موجود ہے۔ گویا عام حالات سے ہٹ کر انتظامیہ کے لیے ایسے اقدامات اختیار کرنا جو ان کے لیے فائدہ مند ثابت ہوں دوسری صورت میں نفاذ قانون میں ان کو رعایت دی جائے یا ان کے لیے قوانین میں لچک پیدا کی جائے۔ یہ رعایت انتظامیہ کے لیے ضروری بھی ہے کہ وہ اپنے فرائض کو بہتر طور پر سر انجام دے سکیں، عوام کی بہتر طریقے سے خدمت اور ملکی مسائل کے حل میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔ اسی لیے قوانین مراعات میں بھی ان کے لیے رعایتی قوانین موجود ہیں۔ اگر ہم قوانین مراعات کا جائزہ لیں تو واضح طور پر رعایت کے تصور کو دیکھا جاسکتا ہے۔

ا۔ رہائش کا حق

حکمران جب عوامی نمائندگی کے نتیجے میں منتخب ہو کر پارلیمنٹ کا حصہ بنتے ہیں تو پھر ان کو ان کے استحقاق کی بنیاد پر کچھ سہولیات دی جاتی ہیں جن میں سے ایک رہائش کا بھی حق ہے تاکہ پالیمنٹ کے اجلاسوں میں شرکت کے لیے دور دراز سے سفر نہ کرنا پڑے۔ یہ سہولت ایوان بالا اور ایوان زیریں دونوں ایوانوں کے ممبران کو حاصل ہے۔ اسی طرح صوبائی سطح کے ارکان پارلیمنٹ کو بھی یہ استحقاق حاصل ہے کہ وہ رہائش کا حق رکھتا ہے۔ پنجاب وزراء کے تنخواہ، الاؤنس، مراعات ترمیمی ایکٹ ۲۰۰۶ء کی ذیلی دفعہ نمبر ۳ اور ۴ میں رہاش

کا ذکر ہے۔

اگر ایک وزیر اپنے مکان میں رہائش رکھنا پسند کرے تو اسے ماہانہ تیس ہزار روپے سرکاری رہائش کی مد میں دیے جائیں گے جس میں مرمت کے اخراجات بھی شامل ہوں گے۔ ماسوا بجلی اور گیس کے حکومت ادا کرے گی۔ اگر ایک وزیر کو سرکاری رہائش گاہ فراہم نہ کی گئی اور نہ ہی اس کے پاس لاہور میں اپنا مکان ہو تو وہ حکومت کی طرف سے ایک مناسب طور پر آرائش شدہ مکان کا حق دار ہو گا اور اس مکان کے بجلی اور گیس کے اخراجات حکومت برداشت کرے گی۔[17]

حکمران کا یہ حق شریعت اسلامیہ میں بھی تسلیم کیا گیا ہے جس میں ان کو سہولیات کا ضروری خیال رکھا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من ولی لنا عملا ولم تکن له زوجة فلیتخذ زوجه ومن لم یکن له خادم فلیتخذ مسکناً اولیس له دابة فلیتخذ دابة' فمن اصاب سوىٰ ذٰلک فهوغال اوسارق۔[18]

"جو شخص ہماری حکومت کے کسی منصب پر فائز ہو وہ اگر بیوی نہ رکھتا ہو تو شادی کر لے اگر خادم نہ رکھتا ہو تو ایک خادم حاصل کر لے، اگر گھر نہ رکھتا ہو تو ایک گھر لے لے' اگر سواری نہ رکھتا ہو تو ایک سواری لے کے اس سے آگے جو شخص قدم بڑھاتا ہے وہ زیادتی کرنے والا یا چور ہے"۔

ایک طرف جہاں حکمران کے لیے سہولیات اور آسانیاں پیدا کی جاتی ہیں وہیں دوسری طرف انھیں اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے اور رعایا کے ساتھ مساوات کی بھی تلقین کی گئی ہے

مامن امیریلی امرالمسلمین ثم لایجهد لهم ولا ینصح الالم یدخل معهم فی الجنة۔[19]

"کوئی حاکم جو مسلمانوں کی حکومت کا کوئی منصب سنبھالے۔ پھر اس کی ذمہ داریاں ادا کرنے کے لیے جان نہ لٹائے اور خلوص کے ساتھ کام نہ کرے وہ مسلمانوں کے ساتھ جنت میں قطعاًنہ داخل ہو گا۔"

معلوم ہوتا ہے کہ ایک حکمران کا بنیادی فرض یہ ہے کہ وہ عطا کردہ سہولیات کے ساتھ ساتھ اپنے فرائض بھی ادا کرے۔ مگر پاکستانی حکمرانوں کے احوال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زیادہ تر رعایتوں کے استعمال میں رہتے ہیں اور فرائض سے کلی طور پر عہدہ براں نہیں ہوتے اور کبھی اختیار کا غلط استعمال یا پھر اختیار سے تجاوز کرتے نظر آتے ہیں ایسے حکمرانوں کے لیے پھر گرفت یعنی احتساب کا قانون حرکت میں آتا ہے۔

۲۔ سپوز (بیوی بچوں) کے لیے مراعات کا حق

پنجاب وزراء کے تنخواہ، الاؤنس، مراعات ترمیمی ایکٹ ۲۰۰۶ء کی دفعہ ۷ میں ذیلی دفعہ ۱۰ سی کا اضافہ کیا جائے گا جس کے مطابق ایک ممبر کی وفات کی صورت میں اس کی بیوی، چھوٹے بچے اور غیر شادی

شدہ بیٹیاں پانچ لاکھ روپے مالی امداد حکومت سے حاصل کرنے کی حق دار ہوں گی۔ [20]

جہاں تک سپوزل مراعات کا تصور ہے تو یہ مراعات تو دینی چاہیے، مگر سفری اخراجات کے لیے جتنی ٹکٹیں ایک رکن پارلیمنٹ کو دی جاتی ہیں انھیں ٹکٹس کا استعمال سپوز بھی کر سکتا ہے۔ سپوز میں صرف بیوی اور بچے ہونے چاہیے کوئی اور سپوز میں شامل نہیں ہو سکتا۔ مثال کے طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ قومی اسمبلی میں جو مراعات کا قانون ہے اس کا آرٹیکل ۱۰ کی ذیلی شق نمبر ۳ میں ارکان پارلیمنٹ کے لیے جو سفری مراعات ہیں ان مراعات کو فیملی یعنی سپوز (بیوی اور بچے) بھی استعمال کر سکتے ہیں گویا سفری اخراجات کی ان کو سہولت میسر ہے۔ [21]

کیا ریاستی نظم ونسق میں سپوز کی مد میں اقرباء پروری کی جا سکتی ہے یعنی مراعات میں سب رشتہ داروں کو شامل کر لینا اور ان کو اعلیٰ عہدوں پر فائز کر دینا اور اس بات کی طرف توجہ نہ دینا کہ آیا وہ اس کام کی اہلیت بھی رکھتے ہیں یا نہیں یا محض رشتہ داری کی بنیاد پر بھاری ذمہ داریاں تفویض کر دی جاتی ہیں اور مراعات سے نوازدیا جاتا ہے۔ ایک حاکم کے لیے ضروری ہے کہ وہ عہدوں کی تقسیم کے معاملے میں اقربانوازی سے اجتناب کرے اور عہدہ اسی شخص کو ہی سپرد کرے جو اس کا اہل ہو۔ حضرت ابو بکر صدیق اس پر بڑی سختی سے عمل کرتے تھے اور اپنے عمال کو بھی اس کی تاکید فرماتے تھے۔ یزید بن ابی سفیان کو شام کی امارت پر روانہ کیا تو فرمایا۔

یا یزید ان لک قرابة عیت ان توثرھم بالامارة وزالک اکبر ما اکاق علیک فان رسول اللہ ﷺ قال من بلی من امر المسلمین شیئا فامر علیھم احد محابة فعلیه لعنة اللہ لا یقبل اللہ عنه صرفا ولا عدلا حتی یدخله جھنم [22]

"اے یزید وہاں تمھارے عزیز و اقارب ہیں ممکن ہے کہ تم ان کو امارت کے دینے میں ترجیح دو یہ وہ سب سے بڑی چیز ہے جس کا مجھے تم سے اندیشہ ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرمایا ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے کسی کام کا ذمہ دار ہو وہ محض رشتے کی وجہ سے ان پر کسی شخص کو محبوب بنادے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو گی اور اللہ اس کی طرف سے کسی فدیہ اور کفارہ کو قبول نہیں کرے گا یہاں تک کہ اس کو جہنم میں بھیج دیا جائے"۔

ظلم وناانصافی کی ایک صورت اختیارات کے ناجائز استعمال کے ذریعے اپنے اقارب کے ساتھ ترجیحی سلوک کرنا اور انہیں بے جا مراعات سے نوازنا ہے۔ اسلام اسے عدل ومساوات کے منافی سمجھتے ہوئے سختی کے ساتھ اس سے منع کرتا ہے۔

"حضرت عمر کے صاحبزادے ایک بار مصر گئے تو وہاں کے گورنر حضرت عمرو بن العاص کو حضرت عمر نے خط لکھا کہ "خبر دار! میرے خاندان کا کوئی آدمی اگر تمہارے پاس آئے تو نہ اسے تحفہ دینا نہ سوغات، نہ اس کے

ساتھ خصوصی اور امتیازی برتاؤ رکھنا"۔[23]

قائد اعظم محمد علی جناح اقربا پروری کے سخت خلاف تھے، ایک بار ان کا بھائی ان سے ملاقات کے لیے آیا اور اپنا وزٹنگ کارڈ سٹاف کو دیا جس پر "Brother of Quaid-i-Azam" کے الفاظ درج تھے۔ جب یہ کارڈ قائد اعظم کو پیش کیا گیا تو انھوں نے سرخ پنسل سے یہ الفاظ کاٹ دیے اور ملاقات سے انکار کر دیا۔[24]

بعض اوقات رشتہ داری یا تعلقات کی بنیاد پر مستحق کو محروم کر کے غیر مستحق کو نوازا جاتا ہے۔ کتنا بڑا المیہ ہے کہ ملک کے اہم انتظامی عہدوں پر جو جماعت بھی بر سر اقتدار آتی ہے مستحق لوگوں کو نظر انداز کر کے بغیر کسی اہلیت کے اپنے لوگوں کا محض ذاتی تعلقات یا جماعتی وفاداریوں کا لحاظ کر کے تقرر کرتی ہے، اس سے نفرت و تعصبات کو جگہ ملتی ہے، احساس محرومی بڑھتا ہے اور انتقامی جذبات فروغ پاتے ہیں۔

۳-اجلاس کے ملتوی ہونے میں مراعات کا حق

پاکستان میں ترمیمی قانون مراعات ۱۹۸۸ء کی ذیلی شق ۴ میں ہے کہ "ارکان پارلیمنٹ کو اجلاس ملتوی ہونے کی صورت میں بھی مراعات دی جائیں گی[25]

اسی طرح پاکستان میں ترمیمی قانون مراعات ۱۹۷۷ء کی ذیلی شق ۴ میں وضاحت کی گئی ہے کہ ارکان پارلیمنٹ کا اجلاس میں غیر حاضر ہونے کی صورت میں تمام مراعات لینا اور متعلقہ شہر سے دوسرے شہر میں سفر کرنے کے لیے ٹی اے (Travelling Allownce) بھی حاصل کرنا[26]

پاکستان میں ترمیمی قانون مراعات ۱۹۸۸ء کی ذیلی شق ۷ کے مطابق ایک اجلاس کے بعد دوسرے اجلاس یا ایک سیشن سے دوسرے سیشن کے ملتوی ہونے کی صورت میں تمام مراعات لینا[27]

مراعات لینا ہر رکن پارلیمنٹ اور انتظامیہ کا بنیادی حق ہے، جس حق پر قدغن نہیں لگائی جاسکتی، مگر کوئی ایسا کام جو بنیادی حق سمجھ کر کیا جائے یا پھر ایسے حق کا مطالبہ کیا جائے جس سے ملک و قوم کو نقصان ہو سکتا ہو یا پھر ان کے اس رویے سے حاکم اور عوام کے درمیان امتیازی سلوک کا شبہ پیدا ہو ایسے عمل کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاسکتی۔ اکثر یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ اجلاس کے شروع ہوتے ہی تلاوت کے بعد اجلاس ملتوی کر دیا جاتا ہے اور کبھی معمولی معمولی باتوں پر اجلاس ملتوی کیے جاتے ہیں، جس سے وقت کا ضیاع اور ملک و قوم کا کافی مالی نقصان بھی ہوتا ہے۔ اسلامی ریاست میں بیت المال سے حکمران جو تنخواہیں لیتے ہیں وہ عامی ٹیکس سے جمع ہوتا ہے اس لیے اس دولت کو حکمرانوں کی سہولیت اور آسانی اور بنیادی حق کے طور پر خرچ نہیں کیا جاسکتا۔

بیت المال رعایا کی امانت ہے اور حکمران اس کا امین ہوتا ہے لہذا حکمرانوں کے لیے یہ بات مناسب معلوم نہیں ہوتی کہ بیت المال میں سے کوئی چیز لے لیں جس کا اثر عوام و رعایا پر پڑے مگر اس میں سے اتنا حصہ لے سکتا ہے جتنا اس کے لیے متعین ہو چکا ہو۔ جیسا کہ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی ایک تقریر میں بیت المال میں خلیفہ کے حق کو بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

"میرے لیے اللہ کے مال میں سے اس کے سوا کچھ حلال نہیں کہ ایک جوڑا کپڑا گرمی کے لیے اور ایک جاڑے کے لیے اور قریش کے ایک اوسط عادمی کے لیے معاش اپنے گھر والوں کے لیے لوں پھر میں بس مسلمانوں میں سے ایک آدمی ہوں"۔(28)

حضرت عمر فاروقؓ بیت المال سے جو اپنا حق سمجھتے تھے اس کا اظہار انہوں نے خود ان الفاظ میں فرمایا تھا:۔

ان اخبرکم بما استحل منه،یحل لی حلتان،حلة فی الشتاء،وحلة فی القیظ وما احج علیه واعتمر من الظهر وقوتی وقوت اهلی کقوت رجل من قریش لیس باغناهم ولا بافقرهم ثم انا بعد رجل من المسلمین یصیبنی ما اصابهم۔(29)

"میں بیت المال میں سے اپنی ضروریات کے لیے جو کچھ جائز سمجھتا ہوں، ایک جوڑا کپڑا جاڑوں میں اور ایک جوڑا گرمیوں میں یعنی دو جوڑے سال بھر میں۔ اور حج اور عمرہ کے لیے ایک سواری، اور اپنی اور اپنے اہل کی معاش قریش کے ایک متوسط درجہ کے آدمی کے برابر جو نہ امیر ہو نہ غریب۔ اس کے بعد مسلمانوں کی جماعت کا ایک عام آدمی ہوں، بیت المال سے جس طرح اس کو حصہ ملے گا، اسی طرح جو کچھ میرا حصہ ہے، ہو مجھ کو ملے گا"۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجلاس کے ملتوی یا اجلاس میں غیر حاضری کی صورت میں جو معاوضہ لیا جاتا ہے وہ درست نہیں اس لیے ایسے قانون میں ترمیم کی ضرورت ہے اور اخلاقی طور پر بھی اس فعل کی حوصلہ شکنی کرنی چاہیے کہ بیت المال کا پیسہ عوامی فلاح و بہبود کی بجائے حکمرانوں کی شاہ خرچیوں پر خرچ ہے۔

حکمرانوں کے لیے آئین پاکستان ۱۹۷۳ء کے ساتھ ساتھ پارلیمنٹ اور سینیٹ کے قواعد و ضوابط میں بھی کچھ رعایتوں کا تصور موجود ہے جس کا ہم ذیل میں جائزہ لیتے ہیں۔

i۔ پارلیمنٹ میں اظہار ائے کی آزادی

ہر رکن اسمبلی کو حلف اٹھانے کے بعد پارلیمانی طریق کار کے مطابق پارلیمان میں اظہار تقریر کی آزادی ہوتی ہے اور کسی رکن کے خلاف کسی عدالت میں رکن کی تقریر یا اس کے ووٹ کے بارے میں کوئی قانونی کارروائی نہیں کی جاتی اس طرح کسی شخص کو پارلیمان کی تقریر کسی مسئلے پر دیے ہوئے ووٹ یا کارروائی کی خبر پر جو پارلیمانی سند کے ساتھ شائع ہوئی ہو تو کوئی عدالتی کارروائی بھی نہیں کی جاتی۔ دوسرے معاملات

پارلیمان کی مراعات، حقوق و مراعات اور ممبران کی مراعات، حقوق و مراعات کا تعین وقتاً فوقتاً ملکی قوانین کے ذریعے کیے جاتے ہیں۔

آئین پاکستان ۱۹۷۳ء کے آرٹیکل نمبر ۶۶ کی شق نمبر ۲ کے مطابق پارلیمنٹ کے ارکان کی مراعات اختیار کا تعین ملکی قوانین کے ذریعے کیا جائے گا جو خود پارلیمنٹ کرے گی۔ پارلیمنٹ میں سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ کے کسی جج کی کارگردگی پر بحث نہیں کی جائے گی اور نہ ہی پارلیمنٹ کی کاروائی کو کسی بے قاعدگی کی بنا پر عدالت میں چیلنج کیا جا سکے گا۔(30)

ii- عدالتی جوابدہی سے استثناء

جب بھی کوئی شخص عوامی نمائندگی حاصل کرتا ہے اور پارلیمنٹ کا ممبر بنتا ہے اور ت مابعد حکومتی ایوانوں کا حصہ بنتا ہے تو ایسے حکمرانوں کے لیے عدالتی جوابدہی سے استثناء موجود ہے۔ آئین پاکستان ۱۹۷۳ کی دفعہ نمبر ۲۴۸ ذیلی شق نمبر ۱ کے مطابق

۱۔ صدر، کوئی گورنر، وزیر اعظم، کوئی وفاقی وزیر، کوئی وزیر مملکت، وزیر اعلیٰ اور کوئی صوبائی وزیر اپنے متعلقہ عہدے کے اختیارات استعمال کرنے اور ان کے کارہائے منصبی انجام دینے کی بنا پر، یا کسی ایسے فعل کی بنا پر جو ان اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے اور کارہائے منصبی انجام دیتے ہوئے کیے گئے ہوں یا جن کا کیا جانا مترشح ہو، کسی عدالت کے سامنے جوابدہ نہیں ہوں گے: مگر شرط یہ ہے کہ اس شق میں کسی امر سے کسی شخص کے وفاق یا صوبے کے خلاف مناسب قانونی کاروائیاں کرنے کے حق میں مانع ہونے کا مفہوم اخذ نہیں کیا جائے گا۔

۲۔ صدر یا کسی گورنر کے خلاف، اس کے عہدے کی میعاد کے دوران کسی عدالت میں کوئی فوجداری مقدمات نہ قائم کیے جائیں گے اور نہ جاری رکھے جائیں گے۔

۳۔ صدر یا کسی گورنر کے عہدے کی میعاد کے دوران کسی عدالت کی طرف سے اس کی گرفتاری یا قید کے لئے کوئی حکم جاری نہیں ہو گا۔

۴۔ صدر یا کسی گورنر کے خلاف، خواہ اس کے عہدہ سنبھالنے سے پہلے یا بعد میں اس کی ذاتی حیثیت میں کسی فعل کے کرنے یا نہ کرنے سے متعلق، اس کے عہدے کی میعاد کے دوران کوئی دیوانی مقدمہ جس میں اس کے خلاف دادرسی چاہی گئی ہو، قائم نہیں کیا جائے گا، تاوقتیکہ مقدمہ قائم ہونے سے کم از کم ساٹھ دن پیشتر اس کو تحریری نوٹس نہ دیا گیا ہو یا قانون کے ذریعے مقررہ طریقے کے مطابق نہ بھیجا گیا ہو جس میں

مقدمہ کی نوعیت، کاروائی کی وجہ اس فریق کا نام، کیفیت اور جائے رہائش جس کی جانب سے مقدمہ قائم ہونا ہے اور دادرسی جس کا دعویٰ وہ فریق کرتا ہے، درج ہو۔(31)

اگر اس قانون کا شریعت اسلامیہ کی روشنی میں جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ قانون بھی درست نہیں ہے کیونکہ آپ کا عہدہ آپ کو عدالتی جوابدہی سے مستثنیٰ نہیں کر سکتا۔ حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح (گورنر شام) نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو رومیوں کے پاس سفیر بنا کر بھیجا۔ رومیوں سے بات جیت کے دوران بادشاہ اور اس کے اختیارات کے ذکر چھڑ گیا تو حضرت معاذ نے فرمایا:

تم کو اس پر ناز ہے کہ تم ایسے شہنشاہ کی رعایا ہو جس کو تمھاری جان و مال کا اختیار ہے لیکن ہم نے اس کو اپنا بادشاہ بنا رکھا ہے وہ کسی بات میں اپنے کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ اگر وہ زنا کرے تو اس کو درے لگائے جائیں، چوری کرے تو ہاتھ کاٹ دیے جائیں، وہ پردے میں نہیں بیٹھتا اپنے آپ کو ہم سے بڑا نہیں سمجھتا مال و دولت میں اس کو ہم پر ترجیح نہیں۔(32)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کہ جب بھی کوئی بادشاہ یا حاکم کسی جرم کا مرتکب ہو گا تو اس کے خلاف عدالتی کارروائی کی جائے مگر پاکستانی قانون میں ایسے حکمرانوں کے لیے رعایتیں موجود ہیں کہ جب تک وہ عوامی عہدوں پر رہیں گے وہ عدالتی کرارروائی سے مستثنیٰ رہیں گے۔ اس قانون میں بھی ترمیم کی ضرورت ہے۔

iii۔ تحقیق و تفتیش سے مستثنیٰ

حکمرانوں کی تحقیق و تفتیش سے متعلق آئین پاکستان ۱۹۷۳ کی دفعہ نمبر ۴۸ کی ذیلی شق نمبر ۴ میں وضاحت موجود ہے

"اگر کوئی ایسا مشورہ وزیر اعظم یا کابینہ نے صدر کو دیا تھا کسی عدالت، ٹربیونل یا دیگر ہیت مجاز میں یا اس کی طرف سے تفتیش نہیں کی جائے گی۔ عدالتیں مجلس شوریٰ کی کارروائی کی تحقیقات نہیں کر سکیں گی"۔(33)

vi۔ گرفتاری سے استثناء

حکمرانوں کی گرفتاری سے استثناء سے متعلق آئین پاکستان ۱۹۷۳ کی دفعہ نمبر ۱۰۵ کی ذیلی شق نمبر ۲ میں وضاحت موجود ہے

"کوئی ایسا مشورہ جو وزیر اعلیٰ یا کابینہ نے گورنر کو دیا ہو، کسی عدالت، ٹربیونل یا دیگر ہئیت مجاز میں یا اس کی طرف سے تفتیش نہیں کی جائے گی۔ وہ ممبر جو مجرمانہ الزام پر گرفتار کیا گیا ہو یا حراست میں لیا گیا ہو اس کی حاضری سے متعلق قانون میں بھی رعایت دی گئی ہے"۔(34)

پارلیمنٹ کے ارکان کے اختیارات، استحقاق اور استثناء کا جو ترمیمی بل ۲۰۱۴ء میں سینٹ میں پیش کیا گیا اس کی ذیلی شق ۴ کے مطابق "حراست میں لیا گیا یا گرفتار کیا گیا رکن جس پر قتل یا ارادہ قتل کا الزام ہو اور اس کی حاضری کو عدالت نے طلب کیا ہو اور عدالت مطمئن ہو کہ اس پر کوئی سنگین الزام نہیں ہے تو عدالت اس کو اجازت دے سکتی ہے تا کہ وہ کمیٹی کے اجلاس میں با قاعدہ شرکت کر سکے"۔[35]

اسی قانون کی دفعہ نمبر ۸ میں حفاظتی حراست کی وضاحت کی گئی ہے۔ کسی قانون میں رہتے ہوئے کوئی بھی رکن پارلیمنٹ درج ذیل شرائط کے تحت احتیاطی حراست سے متعلق کسی قانون کے تحت حراست میں نہیں لیا جائے گا۔

۱۔ ایک سیشن کے آغاز سے پہلے چودہ (۱۴) دنوں اور اس سیشن کے اختتام کے بعد چودہ (۱۴) تک ختم مدت کے دوران حراست میں نہیں لیا جائے گا۔

۲۔ اجلاس کے اختتام کے بعد سات دن جن میں کمیٹی کے آغاز سے پہلے سات دن شروع مدت کے دوران بھی حراست میں نہیں لیا جائے گا۔[36]

واضح رہے کہ اگر کوئی رکن پارلیمنٹ یا رکن سینٹ کسی جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے خلاف قانون کے تحت کارروائی کی جائے گی جس میں اس کی گرفتاری بھی شامل ہے مگر شرط یہ ہے کہ پہلے چیئرمین سے اجازت لی جائے گی اور احاطے سے گرفتار نہیں کیا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بھی رکن یا عوامی نمائندہ کسی بھی جرم کی صورت میں کسی بھی کارروائی سے نہیں بچ سکتا بلکہ اس کے خلاف کارروائی کی جائے جہاں تک اجازت کا تعلق ہے تو وہ گویا ایک ادارے کا معزز رکن ہے اس لیے اس ادارے کی اجازت سے اس کے خلاف کارروائی کی جائے اور جرم کی نوعیت ایسی ہے جس میں ان ایوانوں میں کارروائی ہو سکتی ہے تو پھر چیئرمین خود اس کی اجازت دے گا اور کسی ذیلی کمیٹی کے ذریعے اس کی تحقیقات کرے گا اور جرم ثابت ہونے کی صورت میں خود سزا دے گا یا عدلیہ سے رجوع کرے گا۔ اگر جرم اس نوعیت کا ہے کہ گرفتار کر کے تفتیش کی ضرورت ہے تا کہ جرم ثابت ہونے کے مراحل میں کوئی شخص یا ادارہ اثر انداز نہ ہو سکے۔ اسلامی تاریخ میں ایسی مثالیں ملتی ہیں جب جرائم کی صورت میں تادیبی سزائیں دی گئیں۔

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ نے یزید بن ابی سفیان (جو کہ گورنر تھے) کے بارے میں سنا کہ وہ کھانے میں متنوع غذائیں استعمال کرتے ہیں تو آپؓ نے شام کے کھانے کے وقت ان کے گھر پہنچنے کا ارادہ کیا اور بالکل کھانے کے وقت پہنچے جب ان کا کھانا دیکھا تو انھیں کھانے میں اسراف کرنے سے منع کیا۔[37]

جب مصر کے گورنر عمر بن عاصؓ کے بارے میں حضرت عمر فاروق کے پاس شکایت پہنچی تو آپؓ نے ان کو خط لکھا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ تم نے اپنے لیے منبر بنوایا ہے تم اس پر چڑھ کر لوگوں کی گردن پر بیٹھنا چاہتے ہو۔ کیا تمھارے لیے یہ کافی نہیں کہ کھڑے رہو اور مسلمان تمھارے قدموں کے پاس رہیں۔ میں تمھیں زور دے کر کہتا ہوں اسے فوراتوڑ دو۔ (38)

قیس بن ابی حازم کا بیان ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے ایک انصاری نوجوان کو عامل (افسر) بنا کر بھیجا وہ باشندگان حیرہ کے ایک رئیس عمر بن حیان بن بقیلہ کے ہاں مہمان ہوئے اس نے ان کی طلب کے مطابق اچھا کھانا پیش کیا مگر انھوں نے میزبان کا مذاق اڑایا اور اس کے داڑھی پکڑلی وہ آدمی بے عزتی برداشت نہ کر سکا اور حضرت عمر کے پاس پہنچا اور شکایت کی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اس عامل کو بلوایا اور کہا سنو اس نے تمھارے سامنے کھانا پیش کیا جیسا تم نے چاہا پھر بھی تم نے اس کی داڑھی پکڑلی اللہ کی قسم اگر داڑھی رکھنا نبی کریم ﷺ کی سنت نہ ہوتی تو تمھاری داڑھی کا ایک ایک بال اکھاڑ لیتا لیکن جاؤ اللہ کی قسم آج سے تم کسی منصب کے قابل نہیں ہو۔ (39)

حضرت عمر فاروقؓ نے عیاض بن غنم کو شام کا امیر بنا کر بھیجا پھر آپؓ کو خبر ملی کہ انھوں نے اپنے لیے اعلیٰ قسم کا ایک حمام بنالیا ہے اور کچھ مخصوص لوگوں کو اپنا ہم نشین مقرر کیا ہے آپ نے خط لکھ کر انھیں بلوایا وہ آئے تو آپ نے انھیں تین دن کے لیے نظر بند کر دیا پھر باہر نکلنے کی اجازت دی اور ان کے لیے ایک اونی جبہ منگوایا اور بکریوں کا ایک ریور دیا کہ جاؤ ان کو چراؤ۔ آپ اب ان کو کئی بار بلواتے اور تادیبی نصیحت کر کے واپس بھیج دیتے آکت کچھ وقت کے بعد ان کو اپنے عہدے پر بحال کر دیا۔ (40)

اس سزا کا نتیجہ یہ ہوا کہ عیاض حضرت عمرؓ کے افضل ترین والیان ریاست میں شمار ہونے لگے۔ (41)

۴۔ قانون رعایت اور اسلام

اگر اسلامی تعلیمات کا جائزہ لیں تو اسلام میں ہمیں حکمرانوں کے لیے باقاعدہ رعایت کا تصور ملتا ہے خواہ اس کا تعلق نظم مملکت سے ہو یا پھر عام معاشرتی زندگی سے ہو۔ حکمرانوں کی ظاہری حالت (جس میں اخلاص، حسن نیت، اعلیٰ اخلاقی اقدار) کا اس میں زیادہ عمل دخل ہوتا ہے جس کی وجہ سے ان کو خاص حالات میں مخصوص اجازت دی جاتی ہے۔ اس رعایت کا یہ مقصد بھی نہیں ہوتا کہ وہ اسے عام حالات میں بھی اختیار کرے یا اسے تمام لوگوں پر نافذ بھی کرے، صاحب اختیار کوئی بھی ایسا فعل نہ کرے جو کسی بھی وقت بد نظمی کا سبب بن جائے یا محکوم اور کمزور طبقات میں احساس محرومی کا وسوسہ پیدا کر دے۔

نبی کریم ﷺ نے مخصوص حالات میں بعض افراد کو ایسی چیزوں کی اجازت دے دی جو عام حالات میں ناگزیر تھیں۔ مثال کے طور پر ریشمی کپڑا پہننے کی ممانعت ہے مگر نبی کریم ﷺ نے مخصوص حالات میں ریشمی کپڑا پہننے کی اجازت عطا فرمادی۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے

رخص النبیﷺ للزبیر وعبدالرحمن فی لبس الحریر، لحکة بھما (42)

"عبدالرحمن بن عوف اور زبیر بن العوام کے بدن میں خشک خارش تھی حضور ﷺ نے انہیں ریشمی کپڑے پہننے کی اجازت دے دی"۔

اسی طرح سونا پہننے سے مرد کو منع کیا گیا ہے مگر سراقہ بن مالک کو کنگن پہننے کی اجازت دے دی۔ جب امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں ایران فتح ہوا اور کسریٰ کے کنگن، کمربند، تاج خدمت فاروقی میں حاضر کیے گئے تو امیر المومنین نے انہیں پہنائے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا

اللہ اکبر الحمد اللہ الذی سلبھما کسری بن ہرمز والبسھما سراقة الاعرابی (43)

"اللہ بہت بڑا ہے خوبیاں اللہ کو جس نے یہ کنگن کسریٰ بن ہرمز سے چھینے اور سراقہ دہقانی کو پہنائے"۔

علامہ زرقانی نے اس کی وضاحت ان الفاظ میں کی:

قال العلامة الزرقانی لیس فی ہذا استعمال الذھب وھو حرام لانه،انما فعله تحقیقا لمعجزة الرسولﷺ من غیران ان یقرھما فانه روی انه امره فبزعھما وجعلھما فی الغنیمة ومثل ہذا لایعد استعمالا۔ (44)

"علامہ زرقانی نے فرمایا اس سے سونے کو استعمال کرنا لازم نہیں آیا حالانکہ وہ حرام ہے، کیونکہ امیر المومنین کا یہ فعل رسول اللہ ﷺ کے معجزہ کی تحقیق کے لیے تھا، اس فعل کو برقرار نہیں رکھا۔ مروی ہے کہ آپ نے سراقہ کو حکم دیا انہوں نے وہ کنگن اتار دیے اور آپ نے انہیں مال غنیمت میں شامل فرمادیا اور اس کو استعمال شمار نہیں کیا جاتا"۔

ہم جانتے ہیں کہ حکام کے لیے ہدیہ اور تحائف لینا درست نہیں، مگر نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو خاص حالات میں رخصت مرحمت فرمائی۔ حضرت عبید بن صخر سے روایت ہے، فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے جب معاذ بن جبل کو یمن پر صوبہ دار بنا کر بھیجا تو ان سے ارشاد فرمایا:

وقدطیبت لک الھدیه، فان اھدی لک شیء فاقبل (45)

"میں نے تمہارے لیے رعایا کے ہدایا طیب کر دیے اگر کوئی چیز تمہیں ہدیہ دی جائے قبول کر لو"۔

الغرض یہ کہا جا سکتا ہے کہ حکمرانوں کو مخصوص حالات میں رعایت دی جا سکتی ہے، مگر اس رعایت

سے کسی دوسرے کا حق صلب نہ ہو۔اس کے لیے ضروری ہے کہ حکمرانوں کے اخلاق و کردار کو بھی دیکھا جائے کہ ان کو جو رعایت دی جاتی ہے وہ اس کا استعمال کیسے کرتے ہیں۔ حکمرانوں میں اعلیٰ اخلاقی اقدار کا ہونا بہت ضروری ہے، کیونکہ اخلاق سے ہی کردار سازی کی جا سکتی ہے۔ لہذا حکمرانوں کو چاہیے کہ رعایتی قوانین کو محض اپنے استحقاق نہ سمجھیں اور نہ ہی اس تصور رعایت کو نفاذ قانون میں رکاوٹ کے طور پر استعمال کریں یا محض دھوکہ دہی کے لیے استعمال کریں۔ حکمرانوں کو چاہیے کہ یہ رعایتی قوانین اپنی ذات کے لیے استعمال کرنے کی بجائے اسے رعایا کی اسانیوں اور مفاد عامہ کے لیے استعمال کریں تاکہ اس رعایت کا زیادہ سے زیادہ فائدہ ان کو حاصل ہو جو ان عوامی نمائندوں کے اقتدار کے ایوانوں میں بھیجتے ہیں۔ان حکمرانوں کو چاہیے کہ عوام الناس کی زندگی آسان اور سہل بنا دیں، ان کی بنیادی ضروریات کو پورا کریں اور بنیادی ضروریات کی تکمیل کے لیے جو وسائل ہیں وہ عام کر دیں تاکہ رعایا خوش حال ہو اور پوری عزت و وقار کے ساتھ اپنی زندگی گزار سکے۔اسلام کا اصل مدعیٰ بھی یہی ہے کہ عوام الناس کے جان و مال کا تحفظ کیا جائے،انھیں زندگی گزارنے کے آسان راستے مہیا کیے جائیں تاکہ وہ ریاستی نظم و نسق میں بھی حکمرانوں کے بہترین خیر خواہ بن سکیں۔

References

[1] Mukhtasar Urdu Lugat, Qoumi Council baraye Farogh Urdu Zuban Nai Dihli, 2009, p.518

[2] Imam Ghazali, Al Mustasfaa min Elm ul Asol, Al Madent- ul-Munwarah, V2, P 98, Allama Aamdi, Abu al-Hasan Saif-ud-Din, Ahkam-ul-Ahkam fi Usol al-Ahkam, Miser, 1347, V1, P188

[3] Mukhtasar Urdu Lugat, Qoumi Council baraye Farogh Urdu Zuban Nai Dihli, 2009, P523

[4] Allama Aamdi, Abu al-Hasan Saif-ud-Din, Ahkam-ul-Ahkam fi Usol al-Ahkam ,V1, P188

[5] Al Quraan, Al-Baqrah, 2:185

[6] Al Quraan, Al-Baqrah,2:178

[7]Al Quraan, Al-Nisaa,4:28

[8] Imam, Sarkhasi, Muhammad bin Ahmad bin Abi Sahl, Asol Sarkhsi, Dar-ul-Marfah Beirut Lebanon, Fasal fi bayan Al-Azemah Walrukhsah, V1, P117

[9] Imam Ghazali, Al Mustasfaa, V1, p98

[10] Imam ,Seuti, Al-Ashbah Wal-Nazair, Dar-e-Ahya ul-Turas Tiras ul-Arbi, Beirut Labnan, V2, P143

[11] Ibid

[12] Imam, Abu Yousuf, Kitab-ul-Khiraj, P82

[13] Ibid, P85

[14] Ibid, P72

[15] Balazri, Ahmad bin Yahya, Fatoh ul-Baldan, Madrassah tul-Ma'rif , Beirut, 1987, P129

[16] Imam, Abu Yousuf, Kitab-ul-Khiraj, P82, Imam,Sarkhasi, Asul Sarkhsi, ,V10, P81

[17] The Punjab Members of Parliament (Salaries and Allowance) Amendment Act 2006. Article 3,4

[18] Ali, Mutaqi, Kanzul Ummaal, Hadith No 3466

[19] Imam Muslim, Sahih Muslim, Kitab ul Amarah, Bab Fazelat ul-Imam ul-Aadil, V5, P124, Hadith No 1374

[20] The Punjab Members of Parliament (Salaries and Allowance) Amendment Act 2006. Article 7

[21] The Members of Parliament (Salaries and Allowance) Act 1974. Article 10 C

[22] Imam Ahmad bin Hanbal, Musnad Ahmad, V1,P6

[23] Imam Tabri, Muhammad bin Jarir, Tarikh rusul wal-Malook, Qahira 1960, V 4, P 249

[24] Gul Hassan, Memories of Lt Gen Gul Hassan Khan, Oxford University Press Pakistan 2005,p76,

[25] The Members of Parliament (Salaries and Allowance) Act 1974 (Amendment) Act 1988. Article 4, Explanation Pera (b)

[26] The Members of Parliament (Salaries and Allowance) Act 1974 (Amendment) Act 1977. Article 4A

[27] The members of parliament (Salaries and Allowance) Act 1974 (Amendment) Act 1988. Article 7

[28] Ibn Kaseer, Amad Din, Al Bidaya wal-Nihaya, Matba Al-Saadah Miser, V7, P134

[29] Imam, Abu Yousuf, Kitab ul-Khiraj, P83

[30] The constitution of Pakistan 1973, Article 66,Sub Article 2

[31]The constitution of Pakistan 1973, Article 248,Sub Article14

[32] Shibli, Numani, Al-Farooq, Sange-e-Meel Publications Lahore,1976, P125

[33] The constitution of Pakistan 1973, Article 48,Sub Article 4

[34] The constitution of Pakistan 1973, Article 105,Sub Article 2

[35] The members of Parliament (Powers, Immunities and Privileges) Act 2014, Article 4

[36] The members of Parliament (Powers, Immunities and Privileges) Act 2014, Article 8

[37] Abdul Aziz bin Ibrahim Al-Umeri, Al-Wilaya alal -Buldan, Al Mumlikah Al-Arabia al-Saudia, al-Riyaz, ,1422, V1 ,P 162

[38] Abdul Rahman bin Abdullah bin Abdul Hakam, Fatooh Misar ao Akhbariha, Beirut, P92

[39] Muhammad Abdul Mayod, Tarikh al-Madina, Maktaba Rahmaniyya Lahore,V3,P 813

[40] Ibid,P817

[41] Abul Aziz bin Ibrahim Al Umari, Al-Wilaya alal -Buldan,V2, P 130

[42] Imam, Bukhari, Al-Jame al-Sahih, Kitab ul Libas, Bab Ma Yarkhas li-Rijal, Hadith No 5839

[43] Imam , Behqi, Dala'il un-Nabuwah, Dar ul-Kutub ul-Ilmiyya Beirut,V6, P325-326

[44] Imam ,Zarqani, Sarah Al-Zarqani,Dar al-Marfah Beirut,V7, P208

[45] Ibn Hajar, Asqlani, Al-Asabah fi Tameez al-sihabbah, Dar ul-Kutub Al-ilmiyya Beirut,V6, P107